رُوداد جماعتِ اسلامی پاکستان

— از یکم دسمبر ۵۵ء تا ۳۰ر ۶۳ء —

[جماعت اسلامی کی یہ رُوداد دراصل جماعت کے کُل پاکستان اجتماع منعقدہ لاہور میں ۲۵ر اکتوبر کو پیش کی جانی تھی۔ لیکن لاوڈ اسپیکر کے استعمال کی اجازت نہ ملنے، اور پھر غنڈوں کے حملے کی وجہ سے جو حالات پیدا ہوئے ان کی وجہ سے اس کو اجلاسِ عام میں نہ پیش کیا جا سکا۔ اب اسے یہاں درج کیا جا رہا ہے تاکہ پچھلے آٹھ سال کی رُوداد جماعت لوگوں کے علم میں آسکے]

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آٹھ سال کے شدید دورِ آزمائش کے بعد اس نے پھر ہمیں اس اجتماعِ عام میں جمع ہونے کا موقع مرحمت فرمایا ہے تاکہ تین چار دن مسلسل ایک ساتھ رہ کر ہم ایک دوسرے سے واقف اور قریب تر ہوں، ہم میں باہم یگانگت و ہم آہنگی اور یکسانی پیدا ہو۔ ہم آپس میں غور و بحث اور مشوروں سے اللہ کے دین کی سربلندی اور اپنے ملک میں اسے جاری و ساری کرنے کی سبیلیں سوچیں، جن لوگوں کو ہم نے اپنے اصحابِ امر مقرر کیا ہے ان کو قریب سے دیکھیں، ان سے حتی الامکان شخصاً واقف اور مربوط ہوں، ان کے کام کا بلا واسطہ مشاہدہ ہی نہیں آزادانہ محاسبہ بھی کریں اور یہ اصحابِ امر بھی پورے ملک میں پھیلے ہوئے ساتھیوں کی قوتوں، قابلیتوں، صلاحیتوں اور سیرت و کردار سے براہِ راست واقف ہو سکیں۔ پھر سب مل کر آئندہ کے لیے ایک پروگرام بنائیں اور ہر شخص واپس پہنچ کر پوری یکسوئی اور تندہی کے ساتھ اپنی جگہ اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے میں لگ جائے۔

جماعتِ اسلامی پاکستان کے کُل پاکستان اجتماعات اس سے پہلے صرف تین مرتبہ ہوئے ہیں۔ پہلا اجتماعِ عام اسی شہر لاہور میں دہلی دروازے کے باہر مئی ۱۹۴۹ئہ میں ہوا تھا۔ دوسرا اجتماع کراچی میں ۱۰ تا ۱۳ نومبر ۱۹۵۱ئہ، اور تیسرا بھی کراچی ہی میں ۲۱ تا ۲۴ نومبر ۱۹۵۵ئہ منعقد ہوا۔ اگرچہ فروری (۱۷ تا ۲۱) ۵۷ئہ میں بھی ایک اجتماع ماچھی گوٹھ تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں منعقد ہوا تھا، جس میں جماعت کے بارہ سو چھپن ارکان میں سے نو سو انچاس شریک ہوئے تھے، مگر وہ صرف جماعت کے تنظیمی و دستوری مسائل اور پالیسی اور پروگرام کے فیصلہ کے لیے منعقد کیا گیا تھا، اس لیے اس میں صرف ارکان کو دعوت دی گئی تھی، متفقین اور عام سامعین کو اس میں نہیں بلایا گیا تھا۔ اُس اجتماع میں جماعت کا نصب العین، طریقِ کار اور آئندہ کا لائحۂ عمل جس شکل میں طے ہوئے تھے وہ "تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحۂ عمل" کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ جماعت اسلامی پاکستان کا موجودہ دستور بھی ارکانِ جماعت کے اُسی اجتماعِ عام کی ہدایات اور قرار دادوں کے مطابق مرتب کردہ ہے۔

۱۹۵۵ئہ کے بعد سے جماعت کی عددی قوت میں جو اضافہ ہوا ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اُس وقت کیمپ میں مقیم حضرات کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے قریب تھی، اور اب ہمارے کیمپ میں مقیم مہمانوں کی تعداد سات ہزار سے زائد ہے۔

جماعت اسلامی پاکستان کا موجودہ نظام

جماعت اسلامی پاکستان کا مرکزی نظام امیرِ جماعت، مرکزی مجلسِ شوریٰ، مجلسِ عاملہ، قیمِ جماعت اور سات مرکزی شعبوں پر مشتمل ہے۔ امیرِ جماعت کا انتخاب ہر پانچ سال کے بعد تمام ارکانِ جماعت کے بلا واسطہ ووٹوں سے ہوتا ہے۔ جماعت کے نظام اور تمام معاملات میں امیرِ جماعت کی مدد اور مشورے کے لیے مرکزی مجلسِ شوریٰ موجود ہے جو ارکانِ جماعت کے بلا واسطہ منتخب کردہ پچاس ارکان پر مشتمل ہے۔ مجلسِ شوریٰ

کا انتخاب ہر تین سال کے بعد ہوتا ہے۔ جماعت کی پالیسی اور پروگرام کی تشکیل، جماعت کے دستور کی تعبیر اور ترمیم، جماعت کا مرکزی بجٹ پاس کرنا، جماعت کے نصب العین کے حصول کے لیے ضروری اقدامات کا فیصلہ کرنا، امیر جماعت اور اس کے ماتحت مرکزی شعبوں کے کاموں کا محاسبہ اور ان پر بحث و تنقید، سب مجلسِ شوریٰ کے اختیارات اور فرائض میں شامل ہیں۔ مرکزی مجلسِ شوریٰ دو تہائی ووٹوں کی اکثریت سے امیرِ جماعت کو معزول کر سکتی ہے۔

امیرِ جماعت مجلسِ شوریٰ کے منتخب ارکان میں سے بارہ ارکان پر مشتمل مجلسِ عاملہ مقرر کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور جب مجلسِ شوریٰ کا اجلاس نہ ہو رہا ہو یا اس کا اجلاس بلانا مشکل ہو تو مجلسِ عاملہ مجلسِ شوریٰ کے جملہ اختیارات (باستثناء ترمیمِ دستور و عزلِ امیر) استعمال کر سکتی ہے لیکن مجلسِ شوریٰ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مجلسِ عاملہ کے کسی فیصلے کی توثیق کرے یا اسے جزوی یا کلی طور پر نامنظور کر دے۔

قیمِ جماعت کی حیثیت جماعت کے سیکرٹری جنرل کی ہے۔ اسے امیرِ جماعت مجلسِ شوریٰ کے مشورے سے مقرر کرتا ہے۔ وہ امیرِ جماعت کا مددگار، اس کا نمائندہ اور اس کے سامنے جوابدہ ہے۔

مرکزی شعبے

اس وقت جماعت اسلامی پاکستان میں حسبِ ذیل چھ شعبے کام کر رہے ہیں:

شعبۂ تنظیمِ جماعت، شعبۂ مالیات، شعبۂ نشر و اشاعت، شعبۂ پارلیمانی امور، شعبۂ دار العروبۃ، شعبۂ استفسارات (رسائل و مسائل)

ان کے علاوہ شعبۂ انتخابات کے قیام کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور وہ بھی انشاءاللہ عنقریب قائم کر دیا جائے گا۔

ماتحت نظام

جماعت کے اس مرکزی نظام کے تحت پورے ملک کو سترہ حلقوں (ڈویژنوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مشرقی پاکستان جماعت کے چار تنظیمی حلقوں پر مشتمل ہے اور اسے صوبۂ مشرقی پاکستان کی امارت کے ماتحت کر دیا گیا ہے جس کا مرکز ڈھاکہ میں ہے۔ مغربی پاکستان نیرہ تنظیمی حلقوں میں تقسیم ہے۔ ہر حلقہ میں منتخب امراء، ان کی مجالسِ شوریٰ اور چند ایک کے سوا قیّم حلقہ بھی موجود ہیں۔ امرائے حلقہ اور ان کی مجالسِ شوریٰ بھی ان حلقوں کے ارکان سے براہِ راست منتخب ہوتے ہیں۔ یہی نظام تقریباً ہر ضلع میں موجود ہے۔

ضلعی نظام کے ماتحت مقامی جماعتیں اور حلقہ ہائے متفقین کام کرتے ہیں۔ اور بڑے شہروں کی مقامی جماعتوں کا نظام بھی امیر، مجلسِ شوریٰ اور قیّم جماعت پر مشتمل ہے۔ تمام مقامی امرائے جماعت اور مقامی مجالسِ شوریٰ کے ارکان کو بھی اس مقام کے ارکان بلا واسطہ انتخاب کے ذریعے منتخب کرتے ہیں۔

حلقوں کی مجالسِ شوریٰ کا انتخاب ہر دو سال کے بعد اور ضلعوں میں جماعت کی مجالس شوریٰ کے انتخابات ہر سال از سرِ نو کرائے جاتے ہیں۔

حلقۂ خواتین جماعت اسلامی پاکستان

جماعت اسلامی پاکستان کی ارکان اور متفق خواتین کا نظام مردوں سے بالکل الگ قائم ہے۔ ان کی اپنی مجلسِ شوریٰ اور قیّمۂ حلقۂ خواتین ہیں۔ اور یہ نظام براہِ راست امیرِ جماعت کے ماتحت ہے۔ لیکن ہر مقامی حلقۂ خواتین اپنے کام کی رپورٹ قیّمۂ حلقۂ خواتین جماعت اسلامی پاکستان کے علاوہ اپنے ہاں کے مقامی جماعت کے دفتر کو بھی بھیجتا ہے اور مقامی جماعت کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اپنے ہاں کے حلقۂ خواتین کی ہر ممکن مدد کرے۔

جماعت کی موجودہ قوت

۳۰ ستمبر ۱۹۶۳ء تک کے اعداد و شمار کے مطابق جماعت اسلامی پاکستان کی موجودہ

قوت حسبِ ذیل ہے :

جماعت کے ارکان کی تعداد	= ۱۶۰۵	مشرقی پاکستان	= ۱۷۷
		مغربی پاکستان	= ۱۴۲۸
مقامی جماعتوں کی تعداد	= ۲۲۷	مشرقی پاکستان	= ۳۰
		مغربی پاکستان	= ۱۹۷
متفقین کی تعداد	= ۴۳،۴۲۱	مشرقی پاکستان	= ۱۳۵۷۳
		مغربی پاکستان	= ۲۹۸۴۸
حلقہ ہائے متفقین کی تعداد	= ۱۵۶۲	مشرقی پاکستان	= ۵۸۱
		مغربی پاکستان	= ۹۸۱
دارالمطالعوں اور جماعت کے لٹریچر اور دوسری دینی کتب کی لائبریریوں کی تعداد	= ۵۵۵	مشرقی پاکستان	= ۲۵۰
		مغربی پاکستان	= ۳۰۵
جماعت کے قائم کردہ شفاخانوں کی تعداد	۲۱	مشرقی پاکستان	= ۱۱
		مغربی پاکستان	= ۱۰

میّت لے جانے کی گاڑی = ۱ (کراچی میں)

(یہ گاڑی کورنگی کالونی کی غریب آبادی کے لیے وقف ہے)۔

ان اعداد و شمار سے واضح ہے کہ اس وقت جماعت اسلامی کے پاس خدا کے فضل و کرم سے کارکنوں کی ایک ایسی ٹیم موجود ہے جن میں کم از کم سولہ سو مردانِ کار ایسے ہیں جو فرائض کے پابند، کبائر سے مجتنب، حرام و حلال کی تمیز کو اپنی پوری زندگی میں ملحوظ رکھنے والے اور دینِ حق کی اقامت کے لیے اپنی جان، مال، وقت اور محنت کسی شے کی قربانی سے دریغ کرنے والے نہیں ہیں۔ اور چالیس ہزار سے زیادہ افراد ایسے ہیں جو بغیر کسی دنیوی غرض یا خوف کے صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر اقامتِ دین کی جدوجہد میں اپنے اوقات، محنت، سرمائے اور اپنے دوسرے ذرائع سے

نہ صرف جماعت کی مدد کر رہے ہیں بلکہ ملک کے اندر ۱۰۸۹ مقامات پر سرگرم عمل ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اخلاص دل کے ساتھ ملک میں اسلامی نظام کے قیام کا خواہشمند ہے، اس کے قیام کے لیے جماعت اسلامی کے طریق کار، اس کے پروگرام اور پالیسی کو شرحِ صدر کے ساتھ صحیح مانتا ہے اور اپنی زندگی کو اسلام کے کم سے کم معیارِ مطلوب پر قائم کرنے کے لیے کوشاں ہے۔

یہ ۱۰۸۹ مقامی جماعتیں اور حلقہ ہائے متفقین جس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لیے سرگرم عمل ہیں اس کے موٹے موٹے اجزاء درج ذیل ہیں:

۱۔ اپنی بستیوں کی مسجدوں کی اصلاح۔

۲۔ عوام میں دین کا علم پھیلانے کی کوشش۔

۳۔ عام طور پر لوگوں کو ظلم و ستم سے بچانے کی کوشش۔

۴۔ عوام کی اخلاقی اصلاح کے لیے سعی اور فواحش و منکرات کے سدباب کی کوشش۔

۵۔ قصبات و دیہات میں دارالمطالعوں کا قیام۔

۶۔ ایسے پرائمری اور ہائی اسکول اور مذہبی تعلیم کے لیے مدرسے قائم کرنا جن میں تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کی بھی کوشش کی جائے۔

۷۔ دیہات میں عام لوگوں کے تعاون سے راستوں کی درستی اور صفائی اور حفظانِ صحت کی کوشش۔

۸۔ یتیموں، بیواؤں، معذوروں، بیماروں اور غریب طالب علموں کی جن جن طریقوں سے ممکن ہو مدد کرنا۔

اصلاحِ معاشرہ اور خدمتِ خلق کے اس پروگرام کے علاوہ تمام مقامی جماعتوں کے لیے لازم ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک روز پابندی سے اپنا اجتماع کریں جس میں جماعت کے ارکان اور متفقین کے علاوہ بستی کے دوسرے لوگوں کو بھی جمع کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس اجتماع میں درسِ قرآن مجید، درسِ حدیث، سیرت پاک اور دوسرے اسلامی لٹریچر کا مطالعہ اور ہفتہ بھر کی

خبروں کا خلاصہ اور ان پر مختصر تبصرہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ عام باشندگانِ ملک کی ذہنی اور دینی و اخلاقی سطح بلند سے بلند تر ہو سکے، ان میں اجتماعی اور سیاسی شعور بیدار ہو اور ایک آزاد قوم کے افراد ہونے کی حیثیت سے ان کے اندر اپنی ذمّہ داری کا احساس پیدا ہو۔ اگرچہ حلقہ ہائے متفقین کے لیے لازم نہیں کہ وہ بھی لازماً ہفتہ وار اجتماع منعقد کریں، لیکن انہیں اس کی ترغیب دی جاتی ہے اور ان میں سے سینکڑوں پوری پابندی سے یہ اجتماعات منعقد کرتے ہیں۔ کارکنوں کی اخلاقی اور دینی تربیت کے لیے جگہ جگہ تربیت گاہیں وقتاً فوقتاً قائم کی جاتی ہیں جن کا نظام اور نصاب شائع ہو چکا ہے۔ اور عوام میں بیداری پھیلانے کے لیے ہر مقام اور علاقے کی جماعتیں اپنی اپنی جگہ جلسہ ہائے عام، محلہ وار اجتماعات اور معززین کے اجلاس بھی منعقد کرتی ہیں۔ اس مختصر سے بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان قوم کی اخلاقی، دینی اور اجتماعی اصلاح کا کتنا عظیم الشان نظام ہے۔ اور جو لوگ اسے دوسری جماعتوں کی طرح کی ایک سیاسی یا روائتی مذہبی جماعت سمجھ کر اس کے کاموں میں حصّہ لینے سے غفلت برت رہے ہیں یا محض ناواقفیت کی بنا پر کچھ پیشہ ور سیاسی اور مذہبی لوگوں کے باندھے ہوئے بہتانوں کی رَو میں بہ جاتے ہیں وہ کتنی بڑی غلطی میں مبتلا ہیں۔

جماعت اسلامی نہ تو معروف اور محدود معنوں میں مذہبی جماعت ہے اور نہ عام سیاسی جماعتوں کی طرح کی سیاسی جماعت۔ یہ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، ایک "اسلامی جماعت" ہے جو انسانی زندگی کے پورے نظام کو خالصتہً اسلام کے اصولوں پر قائم کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے وہ ہر جگہ، ہر میدان میں سرگرمِ عمل ہے۔ ملک کی آبادی کے ہر طبقے کو خطاب کر رہی ہے اور زندگی کے ہر شعبے کی اصلاح و تعمیر کے لیے کوشاں ہے۔

اسلامی دستور کے لیے جماعت کا کام

اسی ہمہ گیر اصلاح کے پروگرام کا ایک حصّہ نظامِ حکومت کی اصلاح کے لیے کوشش بھی ہے جو عرصۂ زیرِ رپورٹ میں جاری رہی ہے۔ عرصۂ زیرِ رپورٹ کے پہلے پندرہ سولہ مہینے بھی ملک کی

دستور سازی کی تاریخ میں شدید کشمکش کے تھے۔ ۱۹۵۴ء میں جب ملک کا دستور بن کر بالکل تیار ہو گیا تھا اور دستور ساز اسمبلی میں آخری منظوری کے لیے اس کے پیش ہونے میں صرف چند روز باقی تھے، حتیٰ کہ اس کی تاریخِ نفاذ کا بھی اعلان کیا جا چکا تھا، عین اس وقت ملک کے سربراہ نے ۲۴؍ اکتوبر کی رات کو اچانک اسمبلی کو توڑ دیا اور پورے ملک میں مارشل لا کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ جماعت اسلامی کا نام لے لے کر اسے شدید ترین دھمکیاں دی گئیں۔ لیکن اس سب کے باوجود جماعت اسلامی نے گورنر جنرل کے اس اقدام کو برملا چیلنج کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ گورنر جنرل کے اس اقدام کے خلاف عدالت میں چارہ جوئی ہونی چاہیے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اس کے بعد جو عدالتی چارہ جوئی ہوئی اس میں جماعتِ اسلامی کا کتنا حصہ تھا، اور اگر یہ چارہ جوئی نہ ہوتی تو اللہ ہی جانتا ہے کہ اس ملک کا اب تک کیا حشر ہُوا ہوتا۔

اس عدالتی چارہ جوئی کے نتیجہ میں نئی دستور ساز اسمبلی قائم ہوئی اور اس کا پہلا اجلاس جولائی ۱۹۵۵ء میں مری میں منعقد ہُوا۔ جماعت اسلامی نے اس وقت فوراً اپنا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ دستور ساز اسمبلی کے ارکان نے دیکھا کہ راولپنڈی اور مری کے در و دیوار یہی نہیں، راولپنڈی سے مری تک ہر درخت اور ہر ٹیلہ ان سے اسلامی دستور کا مطالبہ کر رہا ہے۔ یہی نہیں، جماعت کے کارکنوں نے مری پہنچ کر دستور ساز اسمبلی کے تقریباً تمام سرکردہ ارکان سے یہ تحریری عہد لے لیا کہ وہ جو دستور بنائیں گے وہ پُوری طرح اسلام کے اصولوں پر مبنی ہوگا اور اس میں نہ صرف سابق مسودہ دستور کی تمام اسلامی اور جمہوری دفعات شامل ہوں گی بلکہ ان کو مزید بہتر بنایا جائے گا تاکہ ملک کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی دستور میسر آئے۔ اس کے علاوہ اُن تمام اسلامی اور جمہوری دفعات کو مرتب کر کے ملک کی مختلف زبانوں میں شائع کر دیا گیا جو ۱۹۵۴ء والے دستور میں شامل تھیں۔ پھر جماعت کے نومبر ۱۹۵۵ء کے اجتماع میں ایک وسیع پروگرام بنا کر اسلامی دستور کے لیے ایک ملک گیر مہم شروع کر دی گئی جس کے ساتھ ملک کی دوسری دینی جماعتوں نے پورا تعاون کیا۔ پھر جب ۱۹۵۶ء کے دستور کا مسودہ شائع ہُوا تو جماعت اور دوسرے علماء اور دینی جماعتوں کی اکثریت نے بالاتفاق ضروری ترمیمات مجلس دستور ساز کے روبرو پیش کر دیں

امیر جماعت مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے پورے ملک کا دورہ کیا اور مشرقی پاکستان جاکر وہاں سے بھی تقریباً پانچسو علماء کے اجتماع میں متفقہ ترامیم مرتب کر کے مجلسِ دستور ساز کو بھجوائیں ان ساری کوششوں کے نتیجے میں ۲۹ فروری ۱۹۵۶ء کو "اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور" کے نام سے ایک ایسا دستور پاس ہو گیا جسے بعض خامیوں اور اصلاح طلب پہلوؤں کے باوجود ملک کی عظیم اکثریت نے قبول کر لیا اور ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء سے یہ پاکستان کا دستور بن گیا۔ جماعت اسلامی کی مرکزی مجلسِ شوریٰ نے بھی اسے اپنی قرارداد مؤرخہ ۱۸ مارچ ۱۹۵۶ء کے ذریعے اس کے اچھے اور خام پہلوؤں کی واضح طریق پر نشاندہی کرتے ہوئے قبول کر لیا۔

لیکن قبل اس کے کہ قوم کو نئے دستور کے تحت انتخابات کا موقع ملتا اور اس کے منتخب نمایندے دستور کو عملی جامہ پہناتے (حالانکہ انتخابات کے لیے تاریخ بھی مقرر کی جا چکی تھی) ۸ اکتوبر ۵۸ء کو یکایک ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا، دستور کو اُسی صدر نے توڑ دیا جو دستور کی وفاداری کا حلف اٹھا کر دستور کے تحت صدر بنایا گیا تھا، پارلیمنٹ برخاست کر دی گئی اور ملک کی تمام سیاسی جماعتوں کو، جن میں جماعت اسلامی بھی شامل تھی، ممنوع قرار دے دیا گیا۔

زمانۂ تعطّل

اس واقعہ کے بعد ۴۴ مہینے ایسے گزرے ہیں جن میں جماعت اسلامی کالعدم رہی ہے۔ اس لیے ۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء سے ۱۶ جولائی ۱۹۶۲ء تک کا زمانہ جماعت کی تاریخ سے خارج ہے اور اس میں کوئی جماعتی کام نہیں ہوا ہے جس کی رُوداد یہاں پیش کی جا سکے۔ پونے چار سال کے اس طویل زمانۂ تعطّل میں جو واقعات ملک میں پیش آئے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

مارشل لا کی حالت میں چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر نے ۱۹۵۹ء میں بنیادی جمہوریتوں کا ایک نیا نظام قائم کیا اور ایسی حالت میں ان جمہوریتوں کے انتخابات کرائے جبکہ ملک میں سیاسی پارٹیاں ممنوع اور ہر قسم کی سیاسی سرگرمی جرم تھی۔

پھر فروری ۶۰ء میں انہوں نے بنیادی جمہوریتوں کے ۸۰ ہزار منتخب نمائندوں سے اپنے لیے صدارت کا ووٹ طلب کیا اور ساتھ ساتھ یہ اختیار بھی مانگا کہ وہ ملک کے لیے جو دستور چاہیں بنا دیں۔ اس انتخابِ صدارت میں کوئی دوسرا امیدوار نہ تھا۔ اور رائے دہندوں کے سامنے یہ بات بھی واضح نہ کی گئی تھی کہ اگر وہ چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کے اس دوگونہ مطالبہ کا جواب نفی میں دیں تو کیا ہوگا؟ عام تاثر یہی تھا کہ اس صورت میں مارشل لا ہی ملک کا دستور رہے گا۔

صدر منتخب ہو جانے اور دستور سازی کے کلّی اختیارات لینے کے بعد فروری ۶۰ء میں نئے صدر نے ایک کمیشن مقرر کیا تاکہ وہ دستور سازی کے معاملہ میں ان کو مشورہ دے۔ اس کمیشن نے ایک سوال نامہ جاری کر کے عوام کی رائے طلب کی۔ مگر دستوری مسائل پر بحث و مشاورت کرنے کے لیے پریس اور پلیٹ فارم کے دروازے لوگوں پر بند رہے تاکہ لوگ صرف انفرادی طور پر ہی کمیشن کے سوالات متفرق طریقے سے دیں اور کوئی اجتماعی رائے نہ بننے پائے۔ جن لوگوں نے کمیشن کے سوال نامے کے جوابات مرتب کر کے شائع کر دیئے تھے ان میں سے بعض کو سخت باز پرس سے سابقہ پیش آیا۔

کمیشن نے اپنی رپورٹ اپریل ۶۱ء میں پیش کر دی، لیکن صدر نے خود اپنے نامزد کردہ کمیشن کی رپورٹ کو بھی قبول نہ کیا اور مارچ ۶۲ء میں خود ایک دستور بنا کر ملک میں نافذ کر دیا۔

نئے دستور کے نفاذ کے بعد بھی ملک میں اس وقت تک مارشل لا نافذ رہا جب تک اس دستور کے تحت بنیادی جمہوریتوں کے ذریعہ سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات مکمل نہ ہو گئے اور قومی اسمبلی کا پہلا اجلاس منعقد نہ ہو گیا۔ یہ انتخابات مارشل لا کی حالت میں کرائے گئے جبکہ سیاسی پارٹیاں بدستور ممنوع تھیں اور انفرادی امیدواروں کی طرف سے کسی انتخابی منشور کا پیش کیا جانا بے معنی تھا۔

جون ۶۲ء میں قومی اسمبلی وجود میں آئی۔ اس کا پہلا اجلاس منعقد ہونے کے ساتھ ہی ملک سے مارشل لا اٹھ گیا۔ پھر اسمبلی نے جولائی ۶۲ء میں سیاسی پارٹیوں کا نیا قانون منظور کیا جس کے بعد پارٹیوں کے از سرِ نو وجود میں آنے کا امکان پیدا ہوا۔

۱۶ جولائی کو امیر جماعت نے جماعت اسلامی کی بحالی کا اعلان کیا اور الحمد للہ کہ ۴۸ گھنٹے کے اندر تمام ملک میں جماعت کی تنظیم ازسرِ نو قائم ہو گئی۔

زندگیٔ نو

اس طرح ہماری رپورٹ کا سلسلہ نئے سرے سے ۱۶ جولائی ۶۳ء سے شروع ہوتا ہے۔ امیر جماعت کے اعلان کے بعد ۶ اگست ۶۳ء کو جماعت کی مرکزی مجلسِ شوریٰ لاہور میں مجتمع ہوئی اور ملک کے نئے دستور کے متعلق ایک قرارداد کی صورت میں اس نے جماعت کا نقطۂ نظر واضح کیا۔ اس قرارداد میں مجلسِ شوریٰ نے ۱۹۶۲ء کے دستور کے صریحاً غیر اسلامی اور غیر جمہوری پہلوؤں کی نشاندہی کرنے کے بعد یہ قرار دیا کہ "ان وجوہ سے یہ دستور حقیقت میں تو قابلِ قبول نہ تھا لیکن بحالاتِ موجودہ مجلسِ شوریٰ کی رائے میں اسے برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ اس کی جگہ اگر نیا دستور بنوانے کی کوشش کی گئی تو اس کا نتیجہ ملک میں جمہوریت کے رہے سہے امکانات کو بھی ختم کر دینے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔ اس لیے یہ مجلس خوب سوچ سمجھ کر اس رائے پر پہنچی ہے کہ اسی دستور کو بتدریج تبدیل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے تمام جمہوریت پسند عناصر ایک دوسرے سے تعاون کر کے پہلے ان دستوری و قانونی رکاوٹوں کو دُور کرائیں جن کی موجودگی میں ملک کے اندر کوئی مؤثر سیاسی جدوجہد نہیں ہو سکتی اور پھر دستور میں رفتہ رفتہ ایسی ترمیمات کرائیں جن سے یہ کم از کم صدارتی طرز ہی کا جمہوری دستور بن جائے . . ."

اس سلسلے میں جماعت کے نزدیک سب سے پہلے دو تبدیلیاں نہایت ضروری ہیں۔ ایک بنیادی حقوق کی بحالی۔ دوسرے رائے دہندگی بالغان کے ذریعہ سے براہِ راست انتخابات۔ کیونکہ جب تک پہلی چیز نہ ہو، ملک میں اصلاحِ احوال کے لیے کوئی آزادانہ جدوجہد نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک دوسری چیز نہ ہو جمہوری و آئینی ذرائع سے دستور و قانون میں کوئی تغیّر ممکن نہیں ہے۔ اسی بنا پر جماعت اس اجتماع میں اپنی سیاسی جدوجہد انہی دونوں امور پر مرکوز کرنے کا فیصلہ کر رہی ہے۔